

دوانچ کی چوڑی

”مجھے تم سے کیسی محبت ہے

آسمان کے چاند کی مانند

پڑھتی گھنٹی

یہ کیسی آگ روشن ہے دل کے الاؤ میں

جو کہ

جاتی بھی نہیں بجھتی بھی نہیں

یہ کیسی چاہت ہے

دل کا دروازہ اک بار کھلا تھا

تمہاری دستک پہ

مگر!

اب یہ دروازہ کھلا بھی نہیں، بند ہوتا بھی نہیں

یہ کیسی پیاس ہے

سیراب ہوتی بھی نہیں، سیر ہوتی بھی نہیں

مجھے کیسی محبت ہے تم سے

جس کی کوئی حد ہی نہیں

جس کی کوئی سرحد ہی نہیں

”بہت زبردست لائبریا کیا یہ آپ کی اپنی شاعری ہے۔“

نون کے دوسری طرف موجود سحر زدہ سے بیٹھے شہاب رضا کو لائبریا کے خاصوش ہونے پہ ہوش آیا تو بے ساختہ تعریفی کلمات اس کی زبان سے نکلے۔ وہ دھڑکی مٹی ہنس دی۔ شہاب کا دل ڈالواں ڈول سا ہو گیا۔

”اب میں فون بند کر رہی ہوں۔“ کوئی جواب دیئے بغیر دوسری طرف سے ریسپور دیکھ دیا گیا۔ شہاب فون کے پاس ہی بے دم سے اعجاز میں لیٹ گیا، جیسے سب کچھ گھوا چکا ہو اور یہ حقیقت تھی۔ صرف ایک ہفتے پہلے کی بات تھی جب وہ ہنستا مسکراتا ہے مگر سا شہاب رضا تھا۔ فطرتاً لاپرواہ واقع ہوا تھا۔ اس لئے بڑی سے بڑی بات کو چٹکیوں میں ڈالنا اس کی عادت تھی۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی دوستوں کی دیکھا دیکھی اس نے اسموننگ شروع کر دی تھی۔ لڑکیوں سے بے ضرر الٹیر بھی ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ اب بی کام کے بعد فارغ ہوا تھا۔ وقت گزاری کے لئے اس نے ٹیکٹر پلازہ جانا شروع کر دیا مگر وہاں بھی وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھک سکا۔ چاہی کویت سے ملازمت ختم ہونے کے بعد آئے تھے اور اس پہ نئی شروع کر دی تھی۔ من موچی اور غیر مستقل مزاج شہاب کے لئے یہ نئی سہان روح تھی۔ وہ اسے کئی بار کمانے دھانے کی ٹھکنیں کر چکے تھے۔ شہاب کا ابراہن تھا کہ وہ پراپرٹی ایڈوائزرین کر صدر کے علاقے میں اچھی سی جگہ آفس کے لئے سین کر لے۔ مگر اس سے پہلے ہی لائبریا نے اس کی دعوتی میں شامل ہو کر اپنی بچاوی۔

وہ رات گئے تک چائے کا عادی تھا۔ شہاب ہاسٹل کے نرسنگ روم میں فون کھڑکا دیتا، وہ بھی ایک ایسی ہی رات تھی۔ وہ فون پر نرس سارہ کو فیس کرا اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا، جب اس کے موبائل نے موسیقی نکھیرنا شروع کر دی۔ شہاب نے سارہ کو خدا حافظ کہہ کر موبائل آن کر کے کان سے لگا لیا۔

”السلام علیکم! مارے ہیں؟“

نرم اور شیریں، اسی آواز تھی۔ شہاب طرح طرح کی لڑکیوں سے بات کر چکا تھا جو اپنے اپنے انداز میں منظرِ جہیں مگر اس لڑکی کی آواز بل دماغ پہ چھا جانے والی تھی، وہ لمحے میں ہنسٹ ہو گیا۔ کسی بھی نئی لڑکی سے ملنے یا پہلی بار بات کرتے ہوئے اس کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جیسے یہی لڑکی اس کی زندگی میں آنے والی آخری لڑکی ہو۔ سو اس وقت بھی اس کی سرخ ہنسی کی

سی حالت تھی۔ لڑکی کی آواز اتنی پیاری، اتنی شیریں اور خوبصورت تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ جان بوجھ کر گفتگو کو طویل دیتا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لائبہ سے دوستی بھانے کا قول لے چکا تھا۔



لائبہ نے فون بند کیا تو اپنی کامیابی کے احساس سے اس کی گہری یادامی آنکھیں جھگڑا رہی تھیں۔ بے چارہ شہاب اس کے عشق میں بُری طرح مبتلا ہو چکا تھا جس کا ثبوت ہر منٹ بعد آنے والے مسڈ کال اور ایس ایم ایس تھے۔ رات کے گیارہ بجتے ہی اس کی بے قراری عروج پہ ہوتی بار بار وہ اس قسم کے ایس ایم ایس کرتا، جس میں وہ اس سے وعدہ لیتا کہ بارہ بجتے ہی وہ فون پہ بات ضرور کرے گی۔

لائبہ اپرٹل کلاس کے خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے تین بھائیوں میں سے دو امریکہ سے ڈالر کما کما کر روانہ کر رہے تھے۔ جبکہ تیسرا بھائی جو اس سے دو سال چھوٹا تھا آئی کام کا سٹوڈنٹ تھا۔ خود لائبہ گریجویشن کر رہی تھی۔ ابو سارا ون دوستوں میں گزار کر آتے تو ٹی وی کے آگے جم جاتے، وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسٹرنل میں اچھے عہدے سے وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسٹرنل میں اچھے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اور اب بے فکری سے وقت گزار رہے تھے۔

ای سیڈمی سادی گھریلو خاتون تھیں نوکرانی کے ہونے کے باوجود وہ خود بھی ساتھ ساتھ لگی رہتیں ان کا زیادہ وقت میاں اور بچوں کے پسندیدہ کھانے پکانے میں صرف ہوتا۔ خاندان والوں سے ملنے ملائے کی شوقین تھیں اس لئے گھر میں آئے دن ل بیٹھنے کے بہانے تلاش کئے جاتے۔ جوان ہونہار بیٹوں کو ماں ہونے کی وجہ سے ان کی بھی پذیرائی حد سے زیادہ ہی کی جاتی۔ محلے اور خاندان کی ہر تقریب ان کے بغیر اوصوری تصویر کی جاتی۔ خود لائبہ بھی مجلسی تھی۔

وہ فطرتاً حساس، خوش مزاج، قدرے بے پاک اور رومانوی مزاج کی مہم جوئی لڑکی تھی۔ کالج سے آنے کے بعد اپنے بودیت کا شکوہ ہی رہتا۔ فائل ایگزامز کی تیاری کے لئے چند روز چشیاں اس کے لئے عذاب بن گئیں۔ وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ سب فرینڈز پڑھائی میں مصروف تھیں اس لئے ملنا ملنا بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ رات فیصل



ایک انگیزی سووی لایا تو تھوڑی سی دیکھ کر وہ بدبو کر اٹھ آئی۔ کمرے میں آکر بیٹھے گئی۔ پانک فون پر نظر پڑی تو تیر کی طرح ایک خیال ذہن میں آیا، چند سیکنڈ بعد ہی اس کی انگلیاں بے اختیار ہی ایک اجنبی نمبر ڈائل کر رہی تھیں۔ دوسری طرف سے جو آواز آرہی تھی وہ کسی کے کی تھی جو آواز سے مہذب اور پڑھا لکھا لگ رہا تھا۔

لائبہ کی ساری ہودیت پل بھر میں اڑ چھو ہو گئی، فون پر اس طرح کسی سے بات کرنے کا اس کا یہ پہلا موقع تھا۔ کزنز سے تو ایسی مذاق چلتا ہی رہتا تھا۔ نام تو بوقت پیدائش کا مکمل جوینہ ہوا تھا مگر پکڑے سب لائبہ کے نام سے تھے اب یہ حال تھا کہ اصل نام اب صرف قطعی کاغذات اور شناختی کارڈ تک محدود رہ گیا تھا۔ وہ خود بھی لائبہ کے نام سے ہی عرف کر داتی تھی۔

رضوان وہ پہلا لڑکا تھا جس نے اس کی فون پہ ایسی ایسی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ پڑی سا بہن کے پاس رہتا تھا۔ شروع شروع میں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلا کہ رضوان فون پہ ایسی ایسی باتیں کرتا ہے لیکن ایک روز بھولنے لے دھڑے سیٹ پر اتفاق سے سن لیا تو اسی روز رضوان کو ماں سے پوریا بستر گول کرنا پڑا۔ کراچی والیں جاتے ہوئے وہ بہت اداس اور مھمل لگ رہا۔ لائبہ نے اسے بڑی تسلیاں دی تھیں کہ وہ اسے ہمیشہ اسی طرح یاد رکھے گی اور غلط کہے گی، تھمتے پہ فون بھی کر لیا کرے گی۔ درحقیقت لائبہ نے رضوان سے جان بھرتے پہ دل ہی میں شکر ادا کیا تھا۔

وہ لائبہ کے ساتھ خمیدہ ہوتا جا رہا تھا اس کی معنی خیز باتیں اچھی لگنے کے باوجود بھی کئی وقت میں جھٹا کر دیتی تھیں۔

کراچی جا کر بھی رضوان کی بے قراری میں کمی نہ آئی وہ اب ایسی ایسی باتیں کر رہی تھا۔ مجبوراً ایس ایم ایس کا سہارا لیتا۔ مگر لائبہ اب اس کی طرف سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ ایک نمبرز پہ لڑکوں کیساتھ باتیں کرنا اسے بڑا دلچسپ مغلغلہ لگا تھا، بلکہ لگے ہاتھوں اس نے فریڈ نہرا اور ادا کو بھی وقت گزاری کا یہی مشورہ دیا تھا۔ لائبہ مانگ نمبرز کو شکار کا نام دیتی، اس لحاظ سے شہاب اس کا دوسرا شکار تھا۔ شہاب جو رضوان کی طرح اس کی آواز سن کر ہی اد جان سے عاشق ہو چکا تھا۔

شروع شروع میں شہاب کے ساتھ بات کر کے اسے بڑا الحظ آیا۔ لائبہ نے ایک

نقل مندی کی تھی وہ یہ کہ اس نے شہاب کو اپنا پی ٹی سی ایل نمبر نہیں دیا۔ مجبوراً وہ رات بارہ بجے تک جاگتا رہتا۔ اتفاق سے لائیبہ کے پاس بھی اسی موبائل سمیٹی کا کنکشن تھا جو شہاب کے پاس تھا۔ رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پر منٹ ایک روپیہ تھا۔ شروع شروع میں شہاب پیاسے پیسے لکر گاڑڈاؤن لوڈ کرتا رہا لیکن آخر کب تک؟ پیا اس کی کام چوری سے از حد ٹالاں تھے تک آکر اس کا خرچہ ہی بند کر دیا۔ ادھر شہاب کا یہ تقاضا بھی زور پکڑ گیا تھا کہ وہ لائیبہ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ لائیبہ جو بڑی بولڈ بنتی تھی ایک بار بھی کسی ٹیلی فونک فریڈ سے ابھی تک نہیں ملی تھی۔ اس میں شاید کچھ دخل اس کے گھریلو ماحول کا بھی تھا جو خوش حالی کے باوجود کسی حد تک روایتی تھا۔ لائیبہ شاید مل بھی لیتی پھر اس کے والد ابراہیم صاحب جو اس معاملے میں روایتی باپ تھے بھائی کے سوا اس کے اکیلے کہیں آنے جانے کی آزادی نہیں تھی۔ کالج کھلے تو شہاب کی دلی مراد پوری آئی۔ لائیبہ کے پیچھے ہو چکے تھے اسے مارک شیٹ اور رزلٹ لینے کے لئے آنا تھا۔ فیصل اسے گیٹ کے آگے اتار کر واپس چلا گیا۔ وہ اندر جانے کے بجائے کالج کے گیٹ پر کھڑی ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ شہاب کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع کرتی سامنے گیٹ کے آگے ایک بانیک رکی۔ نمبر پلیٹ پہ اس کی نگاہ اتفاقاً ہی پڑی تھی کچھ اس کی حسات بھی تھیں شہاب نے موٹر بانیک پہ آنے کو کہا تھا ساتھ اس نے نمبر رنگ اور میک بھی بتا دیا تھا۔ اپنے کپڑوں کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں ہوگا۔ شہاب ہینٹ اتار رہا تھا۔ تب لائیبہ نے دیکھا وہ اچھا خاصا سمارٹ سا نوجوان تھا۔ پر اس کی توقع پر وہ ذرا بھی پورا نہیں اُترا تھا۔ شہاب نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے لائیبہ نے ایک افسانوی ہیرو کا ناکہ تراش لیا تھا۔ مگر شہاب اس کے افسانوی خاکے سے ذرا میل نہیں کھا رہا تھا۔ تب اس نے وہیں کھڑے کھڑے فیصلہ کیا اور اپنا چہرہ دوپٹے سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ اب صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ شہاب متلاشی اعداد میں بار بار گیٹ سے اندر بھاٹک رہا تھا۔ لائیبہ اس کے پاس سے گزر کر اندر چلی گئی۔ موبائل اس کے پاس تھا جو اس نے ابھی ابھی آف کیا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد شہاب غصے کے عالم میں واپس چلا گیا۔ ادھر وہ گیا ادھر فیصل گاڑی لئے لائیبہ کو لیتے آ گیا۔ رات جب شہاب کا فون آیا تو لائیبہ نے بڑی سنجیدگی سے اپنی اچانک طے پا جانے والی شادی کا بتایا، وہ اپنے ذرا بے میں بڑی کامیابی سے حقیقت کا رنگ بھرنے میں کامیاب رہی تھی۔

"اب مجھے فون مت کرنا میرا ہونے والا شوہر بڑا کٹی مزاج ہے۔" اس نے آخری بار پھر شہاب کو یاد دہانی کرائی تو وہ دانت پیسنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ دکھاوے کے طود پر لائبر نے اپنا موبائل پورا ایک ہفتے آف کئے رکھا تا کہ شہاب اس کی طرف سے مایوس ہو جائے۔



لائبرہ کی چچا زاد عانتہ اپنے ماموں کی شادی میں شرکت کے لئے ماہولپنڈی آئی ہوئی تھی۔ ماموں عزیز لائبرہ کے بھی رشتہ دار تھے سو وہ بھی بڑی پر جوش ہو رہی تھی۔ یوں تو دونوں نے مزاج میں کافی تضاد تھا اس کے باوجود دونوں میں ٹھیک ٹھاک دوستی بھی تھی۔ لائبرہ بھی اس سے آمد سے کافی خوش نظر آ رہی تھی اور یہ سن کر اس کی خوشی دو چند ہو گئی تھی کہ چچا کی جلد عہدولپنڈی پوسٹنگ ہونے والی ہے۔ عانتہ کی کہنی میں وہ بہت خوش تھی اتنی کہ اسے اپنی فون کی ایکٹیویٹی بھی بولی ہوئی تھی۔

عانتہ سلجھے ہوئے مزاج کی لڑکی تھی۔ پورے خاندان میں اس کی تعریف ہوتی تھی مجھے بیٹوں کی ماؤں نے عانتہ کی ماں زینب بیگم سے دبے لفظوں میں اظہار پسندیدگی کیا تھا اس پر انہوں نے سوچنے کی سہلت مانگی تھی۔ دبا سمل تعلیم مکمل کئے بغیر وہ عانتہ کی شادی کے وقت میں نہیں تھیں اس لئے غائب رہی تھیں۔ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز انہیں بیٹی تھی خدمت گزار عادت ممدان کی جنہش امروہ کی بھینگر۔ ان دونوں میاں بیوی کو بجا طور پر اس پر فخر تھا۔ اس نے بھی ان کے اعتماد کو نہیں نہیں پہنچائی تھی۔

وہ شادی میں شرکت کرنے کی خاطر دہلی کے لئے پڑی آئی تھی۔ آج لائبرہ حد درجہ اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ حالانکہ شادی والے گھر میں ممانی اس کی ضرورت محسوس نہ کی تھیں۔ مگر وہ لائبرہ ہی کیا جو کسی کی بات مان جائے۔

"تم یہاں بیٹھو میں فریڈر سے آئس کریم کال کر لاتی ہوں، مزے مزے کی ہائپر کرتے ہیں، ساری رات جاگیں گے۔" لائبرہ کپڑے بدل کر باہر نکل گئی۔ شیشے کے خوبصورت بالوں میں ٹوٹی فروٹی آئس کریم تھی۔ موسم کی مناسبت سے دلوں ٹھنڈی مٹھی آئس کریم سے آف امروہ ہو رہی تھیں، تب لائبرہ نے اسے ٹیلی فونک ماسٹوں کی کہانیاں سنانا شروع کر دیں۔ عانتہ پچھلی پچھلی آنکھوں سے، بے چینی کی کیفیت لئے لائبرہ کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ خبردار اس کی اپنی کارگزاریاں بتا رہی تھی۔

”تم سچ کہہ رہی ہو؟“

”ایک سو ایک فیصد سچ، کیا بتاؤں دونوں ہی مجھے پر مرنے لگے تھے۔“ اس کے لہجے میں تناظر سا تھا۔ ”بلکہ ٹھہر ویہ شہاب کے مزے مزے کے ایس ایم ایس تمہیں پڑھواتی ہوں۔“ تپائی پر پڑا موبائل اس نے اٹھا کر آن کر دیا۔

”یہ لو پڑھو۔“ لائبہ نے مطلوبہ ایس ایم ایس سامنے اسکرین پہ دکھائی دیتے ہی موبائل اس کی طرف بڑھایا تو ناچار عائشہ نے سلور اور نیلے رنگ کا موبائل پکڑ لیا۔

If I had a wish

I Would be ur tear

to born in ur eyes

to die on ur lips

بے چاری عائشہ کے چہرے پہ پسینے کے قطرے جگمگانے لگے، اس کے لئے یہ سب نیا تو نہیں اٹو کھا ضرور تھا اس سے ابھی تک ایسی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی نہ یوں کسی نوجوان نے بے دھڑک اظہار پسندیدگی کیا تھا۔ اس کی پرورش وادی جان کے مشفق سائے اور زینب بیگم جیسی نیک عورت کے ہاتھ میں ہوئی تھی، پھر گھر کا ماحول ایسا تھا کہ اس طرح کی باتیں اس کے یہاں نہیں ہوتی تھیں۔

لائبہ کی پارے کی طرح متحرک رہنے والی عادت سے وہ واقف تھی مگر وہ اس حد تک آگے جائے گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

”لائبہ! یہ سب کچھ درست نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ بذاق میں کچھ بھی ہو سکتا ہے پھر یہ مرد بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔“

”مگر لائبہ وقت گزاری کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔“ وہ رساں سے بولی تو لائبہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”یارا کیا کروں۔ امی بھائیوں کی شادیاں بھی تو نہیں کرتی ہیں تاکہ بھابھیاں گھر میں آئیں تو کچھ ذہن بٹا رہے۔ ابو کو تم جانتی ہو وہ اولاد میں اور خود میں قاصد کے قائل ہیں، عبادا بے شک ہونے سے احترام میں کمی آجائے۔ یہ کہیں امی تو ان کی اپنی مصروفیات ہیں ان کے خیالات بھی ابو سے ملتے جلتے ہیں اور پھر تم جانتی ہی ہو کہ ابو، بیٹیوں کو زیادہ سرچڑھانے

کے ہاتھ نہیں ہیں، اس طرح گھور کے دیکھتے ہیں مانو جان ہی نکل جاتی ہے۔" بے بسی سے بولتی لائینہ اس وقت اسے بہت محسوس لگی۔

"پھر بھی تم اچھا نہیں کر رہی ہو، اگر براہیم چاچو کو خیر ہوگئی تو....."

"نہیں ہوتی، انہیں میری پروا ہوتی ہے۔" اس کی لائینہ پاس سے بے اختیار پیار آ گیا۔

"پھر بھی میری مانو تو محتاط رہو، یہ سب بہت خطرناک ہے۔ خاندان میں اگر کسی کو

خیر ہوگئی تو خیر نہیں ہے پھر سب سے بڑھ کر براہیم چاچو تو تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔" اسے نتائج سے ڈارہی تھی۔ وہی طور پر لائینہ بھی سمجھ گئی۔ پھر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔



لائینہ گریجویشن کے بعد تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنا چاہتی تھی مگر ایوانیجیشن کے خلاف تھے مجبوراً اسے دل ہارنا پڑا۔ اب پھر ایک بار وہ تھی لائینہ کی تمناؤں۔ پورے سے بچنے کے لئے اس نے اخبارات و رسائل میں ہندو مت پر لکھنے کی کوششیں کیں، پر جلد ہی اس کی بے چین نظرت اس کی تو ایک بار پھر اس نے ٹیلی فون میں پتا ڈھونڈ لی۔

اس دفعہ اس کے موہاگل پ بذات خود ایک رانگ کال نے ایوانیجیشن نام کا درمیانی عمر کا مرد تھا۔ لگتی لگتی رکھے پھر اس نے صاف صاف لائینہ سے قریب شپ کا اٹھا دیا۔

"دیکھیں، میں لاہور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں پڑھی جا پ کے سلسلے میں مقیم ہوں۔ میں آپ کو صوفیہ کے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں، مگر شادی میری مرضی سے نہیں ہوئی ہے۔ میں تمہاریوں کا مارا ہوا ہوں۔" لائینہ کے لہجے میں کچھ ایسا گمراہ تھا کہ لائینہ کچھل کر رہ گئی۔ پھر آگے والے دنوں میں لائینہ اس کے قریب آنے کی کوششیں کرتا رہا۔

"لائینہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی آواز اتنی رسوا اور صریح ہے وہ خود کیسی ہوگی۔ لائینہ آئی کو یو، میں نے کسی کے لئے بھی ایسی تحریک محسوس نہیں کی ہے، جہاں آپ کے لئے کر رہا ہوں آپ نے تو مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔ بات کے اس سائلے میں، میں شدت سے آپ کی کئی محسوس کر رہا ہوں کاش اس وقت تم میرے سامنے نہ رہیں تو....." لائینہ اپنا ایک آپ سے تم چاہتا آیا۔ اس کی کھلی ڈلی باتوں سے لائینہ کے رخسار چھنے لگے۔ رضوان اور شہاب نے کب اس سے ایسی باتیں کی تھیں، وہ عام سے مشتعل لائینہ لگا

بولتے تھے۔ اپنی عمر کے مطابق ڈرتے ڈرتے ٹاپ تول کر ہاتھ دھو کر تے تھے، مہاراجا لائبریری
نہ مان جائے مگر ڈیشان ایسا نہیں تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کم عمر لڑکیوں سے کیسے بات کر
کے چاروں شانے چت کیا جاتا ہے۔ اس نے آزمودہ طریقہ اپنایا تھا۔

دوسرے بچے ہی اس نے لائبریری کو شادی کی آفر کر دی ڈالی۔

”مجھ سے شادی کرو گی، یقین کرو بہت خوش رہو گی۔ تقریباً اڑھائی سال سے میرا

اپنی بیگم سے کوئی ریلیشن نہیں آخر میں بھی تو انسان ہوں۔“ وہ پسینہ پسینہ ہو گئی۔ بچی تو نہیں تھی
کہ اس کی باتوں کا مطلب نہ سمجھتی۔

”لائبریری مجھ سے ملو، ملو گی نا۔“ اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔

عائشہ کے والد اسماعیل صاحب کی پوسٹنگ راولپنڈی ہوئی تو کسی مناسب گھر کے

ملنے تک ابراہیم صاحب نے انہیں خوشی اسے اپنے گھر ٹھہرنے کی پیشکش کی۔ نہیب کو دیپور اور
دیپورانی کا احسان لینا گوارا نہیں تھا مگر ان کے خلوص کے آگے دونوں مجبور ہو گئے۔

ڈبل سٹوری یہ گھر اچھا خاصا کشادہ اور خوبصورت تھا۔ وہ خاندان اس میں با آسانی

رہ سکتے تھے۔ شروع شروع میں نہیب نے کچھ اجنبیت محسوس کی، مگر نفیسہ اور ابراہیم صاحب
کے اپنائیت بھرے رویے نے ان کے سارے جذبات دور کر دیے۔ پھر ابراہیم بھی چھوٹے
بھائی کی موجودگی سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ اوسر لائبریری کو راز دار دوست میسر آ گئی تھی۔
عائشہ اس کے کمرے میں ہی مقیم تھی۔

ڈیشان کے بارے میں الف تائیے اس نے سب کچھ بتا دیا تھا عائشہ سدا کی بزدل

خوفزدہ ہو گئی، اوسر ڈیشان کا یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا کہ لائبریری اس سے جلد از جلد ملے۔
راولپنڈی آتے ہی عائشہ کے لئے بہت اچھی فیملی سے رشتہ آ گیا۔ ولید ان کے گہرے دوست کا
بیٹا تھا، اگر وہ خاندان میں کسی جگہ ہاں کرتے تو باقی دونوں گھر ناراض ہو جاتے اس لئے ان کا
ارادہ تھا کہ ولید کے لئے ہی ہاں کریں گے۔ اس سلسلے میں عائشہ سے رضا مندی لی گئی تو اس
نے ماں باپ پہ فیصلہ چھوڑ دیا۔



”ڈیشان بھائی! وہ بہت چالاک لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی شادی شدہ

ہونے کا سن کر کبھی بھی آپ سے ملنے نہیں آئے گی، اس لئے مجھے کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔“



شدت جذبات سے شہاب کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

ڈیٹان اس کا خالہ زاد بھائی تھا۔ لائپہ کے ساتھ دل لگی کا سلسلہ جو کبھی غناقی میں شروع ہوا تھا اس کے لئے بچ بچل دل کی لگی بن گیا تھا، پھر اس نے جھوٹ بول کر جس طرح دامن چھڑانے کی کوششیں کی تھیں اس سے شہاب کی مرمانہ انا جاگ اٹھی تھی۔ وہ ہر صورت لائپہ کو بچا دکھانا چاہتا تھا اس کے ذہن میں کئی منفی منصوبے جنم لے چکے تھے۔ اس لئے اس نے ڈیٹان کو رازدار بنایا تھا۔ جب زبان ہونے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا اب ہی تو وہ خوشی خوشی لائپہ کے ساتھ بات کرتے تھے۔

”میں ولید سے مدد لیتا ہوں اٹلی جنس میں ہے۔“ لے اختیار ولید کا نام نامی کر اس کے ذہن میں چمکا تو ڈیٹان نے اس کی طرف عجیب نگاہوں سے دیکھا۔

”وہ اس کام پر آمادہ نہیں ہوگا اس طرح کی فضولیات سے وہ دور رہا کرتا ہے۔“

”میں اسے آمادہ کر لوں گا، یوں بھی معاملہ لڑکا کا ہے۔ بڑے بڑے پارمان جانتے ہیں۔“ شہاب پر یقین تھا۔

ولید، شہاب کا چڑی تھا۔ ملاک بیون میں ان کے گھر آئے سامنے تھے۔ شہاب کو انہوں سے دور رہا تھا اس نے غیظ و خوار ڈیٹان کو اس معاملے میں شامل کیا، کیونکہ وہ لائپہ سے بچنا چھڑانے کے موڑ میں نظر نہیں آ رہے تھے۔ شہاب کو ولید کا خیال اس لئے آیا تھا کہ اس کی شخصیت بڑی دھانسو تھی دوسرے لے سو فیصد یقین تھا کہ لائپہ اسے دیکھ کر ہی پیچھے ہٹتی ہے۔

دوسرے پہلے تو وہ جس جس کر باتیں کرتی تھیں۔ تب ہی اس نے ڈیٹان بھائی کو رازدار بنایا تھا۔

چیک کرنا چاہتا تھا کہ واقعی لائپہ بچ بچل رہی ہے۔ پہلے اپنے تک تو اس کا سوبائٹ آف رہا پھر ٹھیک لوئس دن ڈیٹان کی بات ہوئی تو وہ آواز سننے ہی لٹو ہو گیا۔ گھر سے تو وہ پہلے ہی بیڑا تھا۔

بڑی اس کی پسند کی نہ تھی۔ گزشتہ اڑھائی سال سے لڑ جھگڑ کر چڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خود اس تلاش میں تھا کہ تمہاریوں کا کوئی ساتھی ملے۔ شہاب نے بیٹھے بیٹھے مسئلے کا حل بتا دیا تھا۔

ویک اینڈ کی رات بڑی خوشگوار گزرتی تھی، لائپہ سے جوش جذبات میں وہ بڑی کھلی کھلی باتیں کر رہا تھا، پھر لائپہ نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے اس کا بیجان کچھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ دس بھرے لچے میں بوٹی تو ڈیٹان کو کائنات ساکت ہوتی محسوس ہوتی۔ ”میرا تھو

پانچ فٹ دواج رنگ فخر ہے، ہونٹ گلابی رنگ کے ہیں، آنکھیں براؤن ہیں۔ بال کمرنگ

آتے ہیں اور ہاں میری کلائی میں دوانچ کی چوڑی آتی ہے۔“ وہ کچ بول رہی تھی اور ذیشان اس کے تصوراتی خاکے میں کھویا ہوا تھا۔ ”اُف دوانچ کی چوڑی جس کلائی میں آتی ہوگی وہ کلائی تو مکھن ملائی جیسی ہوگی۔“

”لائیہ! کب ملوگی، کیوں ترس رہی ہو، میرا تو نرا حال ہے۔ تمہاری محبت میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔“ وہ بے چارہ گری سے بولا تو لائیہ پاس لیٹی عائنہ کو دیکھ کر فخریہ انداز میں ہنس دی۔

”میں آپ سے کیسے ملوں۔“ اس کے انداز میں دنیا جہان کی بے چارگی رچی ہوئی تھی۔ ”میں حجاب لیتی ہوں مکمل پردہ کر کے باہر آتی ہوں کوئی ایسی دیکھ لڑکی نہیں ہوں، کیا سمجھے آپ۔“ وہ ادا سے بولی تو ذیشان کی آنکھوں میں عتابی سی چمک آئی۔

”تو کیا ہوا میں کونسا آپ کو بے حجاب ہونے کو کہوں گا، صرف اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں اور بس مجھے یقین ہے ایک بار مجھے دیکھنے کے بعد آپ میرے لئے پاگل نہ ہو گئیں تو کہنا۔“

”اچھا جی، یہ بات ہے۔“

”ہاں لائیہ! میں چھ فٹ کا لمبا بڑا بڑا بڈا بڈا ہوں۔ باقاعدگی سے جم جاتا ہوں، میرا سٹائل میرا فوجی ہے دیکھو گی تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔ مجھے بہت سی لڑکیاں دوستی کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آفر کر چکی ہیں مگر مزادل تو لائیہ جیسی معصوم لڑکی میں بغیر دیکھے انک گیا ہے۔

اب بھلا ذیشان حسن کو اور کیا چاہئے، بس یہی خواہش ہے کہ لائیہ کی حسین محبت میں موت آئے۔“ ادھر وہ اپنے آپ اس کی گفتگو سن کر اس نے ملنے کا موڈ بنا لیا تھا۔ اب عائنہ ساتھ تھی اس کی موجودگی میں وہ گھر سے کوئی بھی نہایت کر کے نکل سکتی تھی۔

”عائنہ سو چکی تھی۔ وہ بھی آکر اپنے بستر پہ لیٹ گئی۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ ناقابل بیان ہلکے ہلکے سرور کے زیر اثر وہ جیسے آسمانوں میں پرواز کر رہی تھی۔ کچھ تو تھا ذیشان کے انداز میں کہ جیسے وہ کمزور پڑ گئی تھی۔



وئید نے عائنہ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ عنب اور اسماعیل کو اعتراض نہیں تھا، پر ابراہیم صاحب اڑ گئے۔

"ابھی دلاج تو نہیں ہوا جو صاحبزادے دھڑلے سے فرما رہے ہیں کہ ہماری بیٹی کو بیکس گے۔ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" ان کی ضد کے آگے اسماعیل صاحب بے بس ہو گئے۔ آخر کو ایما ایم یوے بھائی تھے کچھ بھی تھا وہ ان کے حکم سے سر تابی کی بجائے نہیں رکھتے تھے۔ صوبہ کہنا چاہتی تھیں کہ اس میں حرج الی کیا ہے شرعاً جب اس میں ممانعت نہیں ہے، پر شوہر کے تیردیکھ کر وہ بھی اچلی پڑ گئیں۔ ولید کو جب علم ہوا تو اسے کافی حصہ آیا بھلا یہ بھی کوئی تک قسمی کہ وہ اپنی ہونے والی شریک سفر کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا یہ تو اسے پتا تھا کہ عائشہ شریعی حجاب حتی ہے اور کافی متوازن ذہن کی مالک ہے۔

ادھر ذیشان اور شہاب اسے ایک ایڈ وچر میں حصہ لینے پر اکسا رہے تھے وہ چاہتا تو نہیں تھا، کیونکہ اس طرح کی مہمات میں اس نے کبھی دلچسپی نہیں لی تھی، مگر شہاب نے کچھ جھوٹ بچا کر ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ نرم پڑ گیا۔ پھر انہوں کو نسا کوئی لمبی چڑی فرمائش کی تھی بس یہی کہا تھا کہ تم گاڑی میں ساتھ چلتا اور نکلاں کپڑے پہنتا، پھر میں اپنی محبوبہ کو دیکھ کر آ جاؤں گا۔ وہ راضی ہو گیا تھا۔

اسماعیل صاحب نے ایما ایم صاحب کے قریب آ کر لے لیا تھا۔ شروع کے چند دن تو گھر کی تزئین و آرائش میں لگ گئے۔ لائیبہ نے شروع سے آخر تک اس کی مدد کر دیا۔ سارا سامان دن اور بعض اوقات طواریت کو بھی ان کی طرف رک جاتا۔ اب لائیبہ اور اسماعیل صاحب بچے گھر منتقل ہونے کی خوشی میں سامرے رشتہ داروں کی دعوت کرنا چاہتے تھے۔ اس دن لائیبہ اقرانقری میں اس کی طرف آئی۔

"الھو عائشہ! میرے ساتھ ذرا مارکیٹ تک چلو، میں نے میچنگ کا دوپٹہ لہا ہے کل جو کپڑے دعوت میں پہنتے تھے اس کا دوپٹہ مل ہی نہیں رہا ہے، آؤ ٹافٹ لے آجے ہیں۔" وہ بہت پر خوش سی ہورہی تھی۔

"ذرا صبر کرو میں دائش کو اٹھاتی ہوں۔"

"وہ کس لئے؟"

"بھئی اس کے ساتھ جائیں گے نا۔" وہ رمانیت سے بولی تو لائیبہ گڑبڑا سی گئی۔ سارا پود گرام درہم برہم ہوا ٹھوس ہوا۔ پر عائشہ کو وہ متح بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس آج آج ذیشان سے ملنے کا ہر دگرام بٹھکا تھا۔

اس نے فون کر کے ڈیشان کو کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ کاسنی کپڑوں میں ملبوس میری کزن ہوگی، اسے کچھ معلوم نہیں ہے اس لئے آپ کوئی بے اختیار فیصلہ نہ لیں دیکھائیے گا۔
فی الحال یہی طے ہوا تھا کہ ابھی وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، بعد میں طے کیا جائے گا کہ کیا کریں۔

لائبہ نے عائشہ کے اسکارف کا ڈیزائن اور گارڈن کا بلیک کلر پہلے سے ہی بتا دیا تھا۔ یعنی وہ عائشہ تھی اور عائشہ لائبہ تھی۔ اسے ڈیشان پہ اپنے پردے کا رعب بھی تو جمانا تھا۔
دانش نے گاڑی کمرشل مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں بڑی تو لائبہ کا دل دھڑکنے لگا۔ دونوں گاڑی سے نکلتیں وہ آگے آگے اور دانش کی رنگ جھلانا ان کے پیچھے تھا۔ طے کی ہوئی جگہ کی جانب لائبہ نے چورنگا ہوں سے دیکھا تو ڈیشان کو دیکھ کر وہ دیکھتی رہ گئی۔ سچ مچ وہ سراپے جانے کے لائق تھا۔ شہاب، ولید سے قدرے دیر ادٹ میں کھڑا تھا۔ حجاب میں ملبوس لڑکی کو دیکھ کر اسے قدرے افسوس ہوا۔ ”دلتی نقاب ہے اور کرکوت تو دیکھو۔“ وہ سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ نقاب والی لائبہ کے ساتھ جو قیامت سی لڑکی تھی وہ واقعی دیکھے جانے کے لائق تھی۔ چکن کے کاسنی سوٹ میں ملبوس لائبہ کی کزن کا متناسب جسم قیامت خیز تھا۔

ولید، دانش کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اس کے ساتھ بلیک گاؤن میں ملبوس اس کی منگیتر اور شہاب کی جان جاناں کے سوا بھلا اور کون تھی، تو یہ تھی پردہ دار عائشہ کی حقیقت، اس کے ساتھ منگنی کر کے کسی اور کے ساتھ پیار کی پٹیلیں بڑھا رہی تھی۔ ولید وہیں سے سر درد کا بہانہ کر کے گاڑی ٹرن کر کے واپس چلا گیا۔ شہاب ہیلمنٹ میں چہرہ چھپائے موٹر سائیکل پہ دونوں لڑکیوں کے پیچھے پیچھے آئے لگا، اس کی پوری توجہ لائبہ کی طرف تھی جو کاسنی سوٹ میں ملبوس اپنے حسن کے جلوے نکھیر رہی تھی۔

ولید واپس آکر جوتوں سمیت بیل پر لیٹ گیا۔ دماغ کہہ رہا تھا یہ غلط نہیں تو ہو سکتی ہے اور دل کہہ رہا تھا نہیں یہ سچ ہے جو اس نے دیکھا ہے۔

اس کے گھر والے تین چار بار عائشہ کے گھر جا چکے تھے، سوئے اتفاق وہ ان کے ہمراہ نہیں تھا، وہ بھی روپر واپس ہونے والی شریک سفر کو دیکھنا چاہتا تھا، پر ابراہیم صاحب کی وجہ سے بات بنتے بنتے رہ گئی تھی کیونکہ اسماعیل صاحب اور زینب تقریباً راشی تھے اور ولید کے گھر والوں نے بھی عائشہ کو بہو تسلیم کر لیا تھا۔

اس نے سب سے اس کی تعریف ہی سنی تھی۔ کل بے گھر میں ہونے والی تقریب میں انہیں بھی بلوایا گیا تھا۔ ولید صوفیہ حال کا ٹھٹھے والے سے جائزہ لینا چاہتا تھا۔ واقعہ ایسا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ شہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے روز وہ خود ای اور بہنوں کو چھوڑ کر آیا۔ اسٹائل صاحب نے اندر آنے کو کہا پر وہ ضروری کام کا کہہ کر سیدھا گھر چلا آیا۔ اسے آئے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ شہاب بھی چلا آیا۔ وہ کل والے واقعے کی وجہ سے بہت پر جوش ہو رہا تھا۔ ولید اندرونی اضطراب چھپائے ہوئے ہاں کرتا رہا۔ شہاب کے پاس اپنی محبوبہ کی باتیں تھیں اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ شہاب اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے پر گریسنے پر بھی وہ نہ بھونکا تو شہاب بھی خاموش ہو گیا۔

ولید کے گھروالوں نے وجہ بتائے بغیر چپ چاپ رشتہ ختم کر دیا۔ شہاب کے بار بار اپنا قصور پوچھنے پر ولید کی امی نے فقط اتنا کہا کہ ”میرے بیٹے کو عائشہ کے چال چلن پہ شک ہے۔“ ساتوں آسمان گویا ان کے سر پہ گر پڑے تھے۔

عائشہ جیسی سادہ دل، کم آمیز بیٹی بھلا کیسے بد چلن ہو سکتی ہے؟ وہ سر ہانک کر رونے لگیں۔ اس وقت لائبریریوں کوں سے بیک وقت شکار اور شکاری کا کھیل کھیل رہی تھی۔ اس نے ناگہم پاس سے آواز دیا تھا اور اب خاصی مشتاق ہو چکی تھی۔ ذیشان حسن والا واقعہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ رنے رٹنے پھرے بولی رہی تھی۔ ”دواج فٹ دواج میرا تھ ہے، مگر فٹیر ہے۔ دواج کی چڑی آتی ہے میری کلائی میں، تیس شلو اور پڑے پڑے دوپٹے لٹی ہوں نماؤں بال ہیں، ہراؤں آنکھیں ہیں حجاب استعمال کرتی ہوں۔“ یہ پھرے تو اسے اذیر ہو چکے تھے۔ اور سننے والا تھا ہو کر نہ جاتا۔



چار سال بعد گزرے تھے چار پل۔

عائشہ کی شادی بہت اچھے گھرانے میں ایک آری آفیسر کے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ لہجے گھر میں خوش و غرم تھی۔ شوہر صاحب اکلوتے بیٹے تھے ایک تندرست اور ساس سرستھے جو اس پر دیوانہ وار قرار دیتے۔ اپنی خدمت گزاری اور ملازمت سے اس نے بہت جلد اپنا مقام بنا لیا تھا۔ آج لائبریری کی شادی تھی۔

وہ دہن بنی سکھوں کے سنگ بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کا ہونے والا شوہر بہت پیسے والا تھا۔ امراہم صاحب کی عمر کے تھے وہ لوگ۔

ابو اور بھائیوں نے خود آئے والے رشتے کو اس کے کیا تھا۔ اس دوران امراہم

صاحب کی پوری کوشش تھی کہ لاہور پہنچے ہونے والے شوہر کو دیکھ نہ سکے۔ ان کی بھی نرالی منظور

تھی، بہر حال آج بیٹی کا بھاری بوجھ ان کے سر سے اتر گیا تھا۔



”کل کو گل نہ کہوں تو کیا کہوں۔“ اس کا شوہر دہائی کا تھا اس کی بھائی میں پہتا۔

ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس نے دما کی ذرا بوجھل چلیں اٹھا کر پھلی بار پتے شریک ستر کو دیکھا

خوشحالی کی چمک اس کے آسودہ چہرے سے عیاں تھی۔ وہ حائر کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔

گاہ نے نکاہیں جھانک لیں، آج اسے بے انتہا شرم آرہی تھی۔

شہاب رضا نے چار سال اور دو ماہ پہلے تک اس کا گھر تک نہ پہنچا کیا تھا۔ اس

شام اور گھر دیکھ کر ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے گھر والے ایک پیر و زگار شخص کو ہرگز بیٹی

باجھ نہیں دے سکتے تھے۔ وہ پہلی نگاہ میں متاثر ہو گیا ہے۔ پراپرٹی ایجنٹ سے اس

آریٹر تک اس کی ذاتی محنت اور کاوشوں کو بھی دخل تھا، جب اپنے والدین کو اس نے

گاہ میں اسیر کرنے والی لڑکی کے گھر بھیجا تو انکار نہیں ہوا۔ اس دوران وہ اس سے غافل نہیں

تھا، اپنے طور پہ معلومات کا سلسلہ جاری رکھا جس سے وہ خاصا مطمئن ہوا۔ اس کی پرورش

روایتی انداز میں ہوئی تھی اس کے کردار میں کہیں جھول نہیں تھا۔ یہ سب باتیں جاننے کے

اسے اپنے ذرائع استعمال کرتے چڑے تھے۔

شادی کا عروسی جوڑا شہاب نے اپنی پسند کا بنوایا تھا جو گل کے ایسے سراپے پر غور

کج رہا تھا۔ وہ بے تکلفی سے دستاورداحل میں بات کر رہا تھا، آہستہ آہستہ گل کی جھجک کم ہو رہی

تھی۔ شہاب کو اس کی آواز بڑی اچھی لگی، ابھی تک القادہ محبت اس نے گل کو سنانے کی ابتداء

نہیں کی تھی۔

پھر کافی دیر گزر گئی۔ وہ کپڑے بدلنے کے لئے اٹھی۔ پہلے ڈریسنگ ٹیبل کے آئیے

میں دیکھ کر اس نے وہ پٹے سے نہیں نکالیں۔ پھر گھنٹے ہالی کھولے۔ شہاب اس کی پشت

کھڑا تھا۔

”مجھے پتا ہے۔“ وہ اس کی جذبیوں سے ذہنی آنکھوں کی تپش بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ وہ بالوں میں برش کر رہی تھی۔ مٹا جڑاؤ کنگن میں اس کے سنگی بالوں کی ایک لٹ پھنس گئی تو اس نے وہیں ہاتھ روک لیا۔

”آپ کو پتا ہے، مجھے دوانچ کی چوڑی فٹ آتی ہے، قمیص شلوار اور بڑے بڑے دوپٹے مجھے پسند ہے، چوڑیاں میں بڑے شوق سے پہنی ہوں یہ کنگن سوا دوانچ کا ہے، کھلا ہے میری کلائی میں۔“ اس نے کنگن اتار کر ناز سے شہاب کی طرف بڑھایا مگر شہاب تو کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ یہ آواز لہجہ یہ لفظ نئے تو نہیں تھے۔ بس وہی دھوکہ کھا گیا تھا۔

جڑاؤ کنگن اس کے ہاتھ سے ٹکراتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔

”دوانچ کی چوڑی۔“

”دوانچ کی چوڑی۔“

ذہن پہ مسلسل یہ لفظ ہتھوڑے پر سارے تھے۔ اب تو ڈرینگ میبل کے آئینے میں

اس کا شکست خوردہ سراپا بھی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

”دوانچ کی چوڑی۔“

”دوانچ کی چوڑی۔“

